

## البریرونی۔ انڈولوجی کے اصل بانی

ڈاکٹر پروفیسر محمد صابر خاں

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۸۶۲ء میں کلکتہ کے ایشیاٹک سوسائٹی کا قیام عمل میں آنے کے بعد ہندوستانی مطالعات یعنی انڈولوجی کی بنیاد پڑی اور اس سوسائٹی کے بانی سر ولیم جونز اولین ماہر ہندوستانیات یعنی انڈولوجسٹ تھے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ سر ولیم جونز سے کئی سو سال قبل خوارزم کے مشہور مورخ ابو ریحان محمد بن احمد البریرونی سب سے پہلے ماہر ہندوستانیات گزرے ہیں، چونکہ کسی مصنف کی علمی خدمات کا جائزہ اسے اس کے زمانہ مکان کی حدود سے الگ کر کے نہیں لیا جاسکتا لہذا البریرونی کے ہندوستانی مطالعات کا تجربہ کرنے سے قبل ان کا ایک بہت ہی مختصر تعارف پیش کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

موجودہ تحقیقات کے مطابق البریرونی خوارزم کے ایک قریہ کا تھ کے ایک ایرانی نژاد خاندان میں ۹۷۳ء میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، وہ ابوعلی ابن سینا کی طرح آغاز شباب ہی میں خوارزم کو ترک کر کے ملازمت کے سلسلے میں اس زمانہ کے مختلف بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے۔ جن میں بخارا کے سامانی حکمران منصور ثانی بن نوح، ارجان کے قابوس بن وشمگیر اور غزنی کے سلطان محمود، سلطان مسعود اور سلطان مودود قابل ذکر ہیں۔ ابتدا میں وہ خوارزم کے بنی مامون خاندان کے دربار سے بھی منسلک رہے۔ البریرونی ۱۰۱۷ء میں سلطان محمود کے دربار میں پہنچے اور یہ عین ممکن ہے کہ وہ سرکاری منجم کے فرائض انجام دیتے رہے ہوں۔ البریرونی کا انتقال ۱۰۳۸ء میں ہوا لیکن اس تاریخ کے متعلق علماء میں کچھ اختلاف ہے۔ خود "البریرونی" کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بھی اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

ہندوستان کے ساتھ البریرونی کے تعلقات کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ سلطان محمود کی فوج کے ہمراہ یہاں آئے تھے، بہیتی اور شہر زوری کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ

الہیرونی نے چالیس سال تک ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ جدید تحقیق کے مطابق وہ ۱۰۰۰ء اور ۱۰۰۱ء کے درمیان شمال اور شمال مغربی ہندوستان مثلاً پنجاب، ملتان، لاہور، کشمیر، سندھ وغیرہ میں گیارہ سے تیرہ سال تک سفر کرتے رہے یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان علاقوں میں مقیم رہے لیکن ان کا قیام مستقل نہیں بلکہ وقفہ وقفہ سے تھا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہوں نے جنوبی ہند کا بھی سفر کیا ہو۔ ان کے ہاں شکر اجاریہ کا ذکر بھی نہیں ملتا، اس طویل مدت قیام کے دوران الہیرونی کو اس کا کافی موقع ملا کہ وہ ہندوستان کے لوگوں کی معاشرت، ان کے مذہب و فلسفہ، ان کی ثقافت اور ان کی روزمرہ کی سماجی و معاشی زندگی کا قریب سے ذاتی طور پر مشاہدہ کریں اسی وجہ سے وہ ہندوستانیات کے غیر ملکی ماہرین میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے تو سبالتو نہ ہوگا کہ الہیرونی اپنے زمانہ کے ایک جید عالم مورخ اور سادانسنس تھے، ان کی تصنیفات نئی دریافتوں اور جدید معلومات سے پُر ہیں۔ وہ نہ صرف ایک مشہور مورخ، جغرافیہ دان اور ماہر لسانیات تھے بلکہ علم نجوم، علم ریاضی اور علم ہیئت کے بھی ماہر تھے۔ سائنس کے مشہور مورخ جارج سارٹن GEORGE SARTON نے لکھا ہے کہ الہیرونی مسلمانوں میں سب سے بڑے عالم اور مورخ تھے اور تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر زمانہ کے لیے اس کی حیثیت ایک بہت بڑے سائنس دان اور عالم کی ہے۔

مجموعی طور پر الہیرونی کی ۱۸۳ کتابوں اور رسالوں کے نام ہم تک پہنچے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے بیشتر ضائع ہو چکی ہیں تاہم یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ان کی کم از کم ۲۴ کتابیں زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہ گئی ہیں جن میں سے ہم نہ صرف ان کی دلچسپیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے تبحر علمی اور وسیع معلومات و مطالعات کا بھی علم ہو سکتا ہے۔ ان کی مجموعی تصنیفات میں سے کم از کم ۲۱ کتابیں ہندوستان کی تہذیب و ثقافت اس کے علوم و فنون اور مذہب و فلسفہ پر ہیں ان میں سے بعض سنسکرت کتابوں کے عربی تراجم بھی ہیں اور وہ معرکہ الہا کتاب بھی ہے جو کتاب الہند کے نام سے عام طور پر مشہور ہے۔

ان میں سے بعض عربی سے سنسکرت ترجمے بھی ہیں۔ اس سلسلے میں اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ وہ کس حد تک سنسکرت جانتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ہندوستان پر کوئی اہم اور جامع کتاب لکھنے کے لیے سنسکرت کا

جاننا نہایت ضروری ہے اسی لیے انہوں نے ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران بڑی محنت سے سنسکرت سیکھی۔ لیکن اس بات پر علماء میں اختلاف ہے کہ وہ کتنی سنسکرت جانتے تھے، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ بہت اچھی سنسکرت جانتے تھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ یہ زبان بہت کم جانتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرورت کی حد تک سنسکرت سے واقف تھے۔ لیکن وہ عربی اور فارسی کی طرح اس زبان کے ماہر نہیں تھے۔

البرونی نے اپنی کئی تصانیف میں اس کا خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کرتے وقت پنڈتوں اور شاستریوں سے مدد لی تھی، اگر وہ سنسکرت اچھی سمجھا نہ جانتے تو ان کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اس زبان کی اتنی ادق اور مشکل کتابوں کا جو کہ اشوک میں لکھی ہوئی تھیں اور خاص کر علم نجوم، علم ہیئت اور علم ریاضی جیسے موضوعات پر نہایت اچھا اور صحیح ترجمہ کر سکتے۔ ایک جگہ خود لکھا ہے کہ انہوں نے اقلیدس اور لٹلمیوس کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت میں کیا تھا، یہ عین ممکن ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے سکوں پر کلہ شہادت کا جو سنسکرت ترجمہ مرقم ہے وہ البرونی ہی کا کیا ہوا ہو۔

اب البرونی کی مشہور کتاب کتاب الہند کے بارے میں کچھ تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

کتاب فی تحقیق مالہند من مقالہ مقبولہ فی العقل اور مزدولہ البرونی کی ایک نہایت اہم کتاب ہے جو سلطان محمود کے انتقال کے بعد ۱۰۳۰ء میں لکھی گئی تھی، اس میں انہوں نے ہندو مذہب و فلسفہ ان کے قوانین اور رسوم، ان کے مختلف ذات پات، ان کی مذہبی و مقدس کتابوں اور سنسکرت زبان کے قواعد پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس میں ہندوستان کے جغرافیہ کے علاوہ اس کے علم النجوم، علم ہیئت اور علم ریاضی کے متعلق بھی کافی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔ یہ بالکل نہیں حقیقت ہے کہ البرونی کی کتاب الہند کے معیار کی کوئی دوسری کتاب کسی زبان میں حتیٰ کہ سنسکرت میں بھی آج تک لکھی نہیں گئی ہے۔ البرونی نے اپنی اسی بے نظیر کتاب میں ہندوستانی فلسفہ اور سائنس کا یونان اور عرب کے سائنس اور فلسفہ کے ساتھ مقابلہ اور موازنہ کیا ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ ہندو علماء آج بھی اس کتاب کی اہمیت کا تہہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ کتاب میں کچھ تنقیدی عنصر بھی شامل ہے لیکن وہ عالمانہ تبصرہ کی حد تک ہے اور اس میں کوئی تلخی نہیں ہے۔

کتاب الہند کے ذریعہ البیرونی ہندوستان اور عرب دنیا کے ثقافتی تعلقات کو زیادہ مضبوط اور معنی خیز بنانا چاہتے تھے اور اسلامی دنیا میں ہندوستانی علوم و ثقافت کا تعارف کرانا بھی ان کا مقصد تھا چونکہ البیرونی کے ذاتی تعلقات صرف برہمنوں اور اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں تک محدود تھے۔ اس لیے ان کو ان کے عقائد میں توحید کے عنصر سے اور خاص طور پروشنوفرتہ کے خیالات سے خاصی دلچسپی تھی۔ پوران کا البیرونی نے بطور خاص مطالعہ کیا تھا اور اس سے وہ بہت متاثر نظر آتے ہیں۔

سب سے پہلے ایک جرمن مستشرق یعنی ایڈورڈ زخاؤ نے کتاب الہند کا ایک عمدہ عربی متن ۱۸۸۱ء میں شائع کر کے البیرونی کو حیات دوام بخشی ۱۸۸۵ء میں انہوں نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا۔ اس کا ایک تصحیح شدہ عربی متن حیدرآباد کے دائرۃ المعارف سے ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا۔ زخاؤ کے انگریزی ترجمہ کی بنیاد پر اس کتاب کے کئی خلاصے بھی انگریزی میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی کے علاوہ دنیا کی دوسری اہم زبانوں میں بھی ہو چکا ہے، مثلاً ہندی، بنگلہ، ملیالی، اردو، فارسی، روسی وغیرہ۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ ان سے قبل جن مصنفین نے ہندوؤں کے علوم و ثقافت سے بحث کی ہے انہوں نے تالوئی مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے قارئین کو یقین دلایا ہے کہ وہ خود اصل مآخذ سے اپنے سلیبات حاصل کریں گے اور ہندوؤں کے نظریات اور خیالات کو ان کی اصل صورت میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر پیش کریں گے اور وہ ان کی اصل کتابوں کے حوالے بھی دیں گے۔ ایک جدید مورخ کی حیثیت سے وہ اصل مآخذ یعنی (ORIGINAL SOURCES) کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں اور ان کی کتاب الہند انھیں مآخذ پر مبنی ہے جن کے حوالے وہ تفصیل سے دیتے ہیں۔

البیرونی سے پہلے بھی کئی عرب اور ایرانی مؤرخین سیاح اور تاجر مثلاً الخوارزمی، ابوالحسن المسعودی، بزرگ بن شہریار، سلیمان تاجر وغیرہ ہندوستان آئے تھے اور انہوں نے ہندوستانی معاشرت، مذہب و ثقافت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی البیرونی کے مقام کو نہیں پاسکا۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے ایک تو وہ بہت مختصر ہے دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد اکثر سنی سنائی کہانیوں پر ہے۔ انہوں نے ہندوستانی علوم خصوصاً سائنس کے بارے میں جو لکھا ہے وہ نہیں کے برابر ہے۔ ان میں سے کوئی بھی

سنسکرت زبان سے واقف نہیں تھے اور نہ اصل آخذ سے معلومات حاصل کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ اس لیے ان میں سے کسی کو بھی ماہر ہندوستانیات نہیں کہا جاسکتا۔

اب رہا مغربی مستشرقین کا معاملہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ سر ویلیئم جونسن نے ہندوستانی علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی سب سے بہتر خدمت یہ ہے کہ انہوں نے ایشیاٹک سوسائٹی قائم کر کے ہندوستانی موضوعات پر مطالعہ اور تحقیق کا ایک ماحول پیدا کر دیا اس لیے سہولتیں مہیا کیں جن کے نتیجے میں ہندوستانی علوم و تہذیب نہ صرف ساری دنیا میں پھیل گئی بلکہ اس کی دور سے انگریز اور غیر ملکی محققین کی ایک جماعت پیدا ہو گئی جنہوں نے سر ویلیئم جونسن کے کام کو آگے بڑھایا۔ ان مستشرقین نے گذشتہ دو سو سال میں ہندوستانیات پر جو ریسرچ کی ہے ان پر البریرونی کئی سو سال قبل مجموعی طور پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں جن کی شاہد ان کی مکررہ الآراء وتصنیف کتاب الہند ہے اور اس نقطہ نظر سے البریرونی نہ صرف ہندوستانیات یعنی انڈولوجی کے بانی ہیں بلکہ وہ سب سے اول غیر ملکی ماہر ہندوستانیات یعنی انڈولوجسٹ ہیں لیکن انیسویں کی بات ہے کہ ان کے بعد کسی نے ہندوستانی موضوعات پر ان کے تحقیقی کام کو آگے نہیں بڑھایا۔

### دارالمصنفین کی مطبوعات مکتبہ تحقیق میں:

۱۶/۷	۹۔ خطبات در اس، سید سلیمان ندوی	۲۷/۸	۱۔ سیرت النبی، سید سلیمان ندوی اول تا ثلثم کل
۷/۷	۱۰۔ رحمت عالم	۲۴/۷	۲۔ اسوۂ صحابہ، اول عبد السلام ندوی
۱۰/۷	۱۱۔ جمع و تدوین قرآن	۴۵/۷	دوم
۸/۷	۱۲۔ اسوۂ صحابیات	۳۳/۷	۳۔ تاریخ دولت عثمانیہ دوم
۳۳/۷	۱۳۔ اسلام میں مذہبی رواداری	۷۱/۷	۴۔ تاریخ صقلیہ اول و دوم
۲۹/۷	۱۴۔ تاریخ سندھ	۲۹/۷	۵۔ اسلام اور عربی تمدن
	بین طبع کا پتہ:	۱۶/۷	۶۔ سیرت عمر بن عبد العزیز
	مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی	۲۵/۷	۷۔ سیرت عائشہ سید سلیمان ندوی
	پان والی کوچھی، دودھ پور، علی گڑھ	۳۰/۷	۸۔ دین رحمت